مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو مسلمانوں کے آگے بطور اسلام کے ایک مجدد اور ولی، نہ کہ نبی، پیش کیا

مرتب: زاہد عزیز، UK مئی 2021

جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے قادیان میں 1914 میں خلیفہ بنتے ہی اپنی ایک کتاب 'تحفۃ الملوک' شائع کی جس میں آپ نے والیٔ ریاست حیدر آباد کو احمدیت قبول کرنے کی دعوت دی ہے اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب، مسیح موعودؑ کے دعاوے اور انکی خدمات کو پیش کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ آپ نے ایک رویاٗ کی بنا پر، جس میں اللہ تعالٰی نے آپکو ایک امرِ حق پہنچانے کی تحریک کی، اور ایک حکم (یعنی حکمِ الٰہی) کے ماتحت، یہ دعوت نامہ تحریر کیا ہے۔ یہ کتاب 'انوار العلوم'، جلد 2 میں صفحات 81 تا 144 پر پائی جاتی ہے۔

ہم ذیل میں اس کتاب کا سرورق، صفحہ 84 (یعنی صفحہ دوم)، اور صفحات 110 تا 121 پیش کرتے ہیں۔ قابلِ توجہ عبارات پر سرخ رنگ کے خط سے ہم نے اشارہ کیا ہے۔

صفحات 110 تا 121 میں متعدد مقامات پر مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب، مسیح موعودؑ کو دینِ اسلام کے مجددوں میں سے ایک مجدد قرار دیا ہے جو حدیثِ مجدد کے وعدہ کے مطابق مبعوث ہوئے۔ صفحہ 112 پر آپنے حضرت مسیح موعودؑ کو اُسی طرح کا مُلہم اور کلامِ الٰہی کا مُدعی قرار دیا ہے جس طرح کے اولیاءِ کرام مسلمانوں میں گزر چکے تھے، اور آپنے بطور مثال بعض اولیاء کے نام بھی درج کئے ہیں، یعنی حضرت مسیح موعودؑ کی وحی، وحیِ ولایت تھی، نہ کہ وحیِ نبوّت۔

اس تمام کتاب میں جو 60 صفحات پر مشتمل ہے، جس کو مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے اللہ تعالٰی کی ایک عالمِ رویاٗ میں تحریک پر اور ایک حکمِ الٰہی کے ماتحت تحریر کیا، (جیسا کہ آپ آغاز میں صفحہ 84 پر اور اختتام میں صفحہ 144 پر فرماتے ہیں)، کسی جگہ بھی آپنے ذکر نہیں کیا کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب، مسیح موعودؑ نبی تھے یا آپکا دعوٰی نبوّت کا تھا۔

صفحہ 84 کو ہم نے اس لئے شامل کیا ہے کہ وہاں جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب اپنے خلیفہ بننے کا ذکر کر کے لکھتے ہیں: ''اور میں نہیں جانتا کہ میرے بعد یہ منصب اللہ تعالٰی کس خاندان میں منتقل فرمائے گا۔'' مگر آج تک تو یہ منصب آپکے خاندان میں ہی رہا!

اس کتاب کو آپ نے اسی زمانہ میں انگریزی میں ترجمہ کروا کر، 85 صفحات کی کتاب 'A Present to Kings' کی شکل میں شائع کروایا۔ اس ترجمہ پر بھی ہم نے اسی طرح تبصرہ کیا ہے جس کے لئے دیکھیں یہ لنک۔

تحفۃ الملوک

(والیٔ ریاست حیدر آباد دکن کو دعوت الی اللہ)

از

سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد

خلیفۃ المسیح الثانی

ضروری خیال کرتا ہوں۔

میں اس بات کو ظاہر کر دینا بھی اپنی روشناسی کرانے کی غرض سے ضروری دیکھتا ہوں کہ میں پنجاب کے ایک معزز خاندان میں سے ایک شخص ہوں اور لوگوں میں مرزا بشیرالدین محمود احمد کے نام سے مشہور ہوں میرے والد مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی مسعود اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا کی ہدایت کے لئے مأمور تھے اور جماعت احمدیہ کے امام تھے جس جماعت کے پیرو جناب کی ریاست میں بھی آباد ہیں مجھے اس وقت اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل سے اس پاک جماعت کا امام بنا کر خلافت ثانیہ کے عہدہ پر مقرر فرمایا ہے چونکہ یہ جماعت عام لوگوں کی طرح نہیں ہے اس لئے آپ کی وفات کے بعد جماعت احمدیہ میں سے سب سے زیادہ نیک اور عالم اور متقی حضرت استاذی المکرم مولوی نورالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ماتحت آپ کے خلیفہ اول قرار پائے تھے اور آپ کی وفات پر اس عاجز کو خدا تعالیٰ نے جماعت کی حفاظت کے کام پر مقرر فرمایا ہے اور میں نہیں جانتا کہ میرے بعد یہ منصب اللہ تعالیٰ کس خاندان میں منتقل فرمائے گا۔

اس روشناسی کے بعد میں یہ عرض کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھے اس مکتوب کے لکھنے کی تحریک ایک رؤیا کی بناء پر ہوئی ہے اور چونکہ رؤیا کا پورا کرنا بھی مؤمن کا فرض ہے اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ اللہ تعالےٰ نے عالم رؤیا میں جناب تک ایک امر حق پہنچانے کی جو مجھے تحریک فرمائی ہے عالم بیداری میں اس تحریک کو پورا کر دوں۔ اس مکتوب میں جو جناب کی رفعت شان اور عام مخلوق کی بہتری کے خیال سے چھپوا کر جناب کی خدمت میں ارسال کیا گیا ہے اس خواب کا درج کرنا درست نہیں معلوم ہوتا ہاں اس قدر عرض کرتا ہوں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے جناب کو اس سلسلہ کے متعلق ایک مبسوط تقریر کے ذریعہ واقف کیا ہے اور جو کچھ میں نے جناب کو رؤیا میں کہا ہے اسی کا ایک حصہ جو مجھے یاد رہا مع کچھ زوائد کے اس مکتوب کے ذریعہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اس مکتوب کو بابرکت کرے اور آپ کو بہت سے لوگوں کے لئے موجب ہدایت کرے۔ آمین یارب العالمین۔

جناب سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ اسلام کی جو نازک حالت ان ایام میں ہے وہ پہلے کسی زمانہ میں نہیں ہوئی اور موجودہ حالت کو جب ابتدائے ایام کی حالت سے مقابلہ کر کے دیکھیں تو بدن پر رعشہ ساطاری ہو جاتا ہے کیونکہ ابتدائے اسلام کے احوال اور آج کل کے احوال میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ اسلام نہایت غربت کی حالت میں تھا آنحضرت ﷺ فداہ

زبان کے سمجھنے والے ہیں ہزاروں لاکھوں حفاظ اور لاکھوں نسخوں سے جو دنیا کے ہر ملک میں پھیلے ہوئے ہیں اس کی حفاظت کی گئی اور اب تک خدائے تعالیٰ کا وعدہ بڑے زور سے پورا ہو رہا ہے پس جبکہ لفظی حفاظت کا وعدہ پورا ہُوا ہے تو کیونکر ہو سکتا ہے کہ معنوی حفاظت کا وعدہ پورا نہ ہو۔ جو کتاب صرف تحریری ہو اور اس پر عمل کرنے والے مفقود ہو جائیں اسے محرف و مبدل کتب پر کوئی فضیلت نہیں کیونکہ جس طرح محرف و مبدل کتب متروک العمل ہو گئی ہیں اسی طرح وہ کتاب بھی متروک العمل ہے جس کی حقیقت سے لوگ آگاہ ہی نہیں۔ پس ضرور ہے کہ قرآن کریم جس غرض کے لئے آیا ہے اسے پورا کرنے والی ایک جماعت ہمیشہ موجود ہو اور جب کبھی لوگ اس سے غافل ہوں فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ایسا شخص بھیجا جائے جو معلم بنکر لوگوں کو اصل حقیقت سے آگاہ کرے اور سچے راستہ پر لائے احادیث نبویہ بھی میرے اس خیال کی تائید کرتی ہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَاْسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا (سنن ابو داؤد کتاب الملاحم باب ما یذکر فی قرن المائۃ) اللہ تعالیٰ اس امت میں ہر صدی کے سر پر ایک ایسا انسان مبعوث فرمائے گا جو دین اسلام کی تجدید کرے گا یعنی لوگوں نے اپنے خیالات اور اپنے ارادوں کے دخل سے دین اسلام میں جو تغیر پیدا کر دیئے ہونگے وہ مجددین ان کو مٹائیں گے اور اصل اسلام کو پھر قائم کریں گے اور ان کے ذریعہ ایسی جماعتیں پیدا ہوتی رہیں گی جو قرآن شریف کے معانی کی حفاظت کریں گی یعنی جس غرض کے لئے قرآن کریم بھیجا گیا ہے اسکو پورا کریں گی اور اسلام ایک زندہ مذہب رہے گا۔

یہی وہ فوقیت ہے جو اسلام کو دوسرے مذاہب پر حاصل ہے کیونکہ اگر قصوں اور روایتوں کے ساتھ کسی مذہب کی فضیلت ثابت ہو سکتی ہے تو اسلام سے زیادہ ہندوؤں کے ہاں روایتیں اور قصے ہیں۔ اگر ہم معجزات سنائیں گے تو ہنود ان سے بڑھ کر معجزات بیان کریں گے اور مسیحی بھی اپنے مذہب کی تائید میں معجزات کا ایک طومار پیش کر دیں گے اور وہ ایسا ہی کرتے بھی ہیں بلکہ اسلام پر تو غیر مذاہب اعتراض کرتے ہیں کہ اس میں معجزات کا ظہور ہُوا ہی نہیں حتّٰی کہ یورپ کے اعتراضات کے وزن سے دب کر بعض مسلم ریفارمر بھی اس باطل عقیدہ میں پادریوں کے ہمنوا ہو گئے ہیں۔ پس روایتوں اور قصوں کے ساتھ غیر مذاہب پر جیتنا ناممکن ہے کیونکہ روایتیں ان کے ہاں بھی بہت سی ہیں اور کوئی وجہ نہیں کہ ہم اپنی روایات غیروں سے منوائیں اور ان کی روایات کو رد کر دیں اور اگر ہم اپنی روایات کی صداقت کا ثبوت بھی دینے لگیں تو یہ ایک ایسا لمبا کام ہوگا کہ برسوں اسی

پر بحث ہوگی اور ایک لمبا تاریخی جھگڑا شروع ہو جائے گا اور مذاہب کا فیصلہ کرنا مشکل ہو جائے گا مگر اسلام یہ نہیں کہتا کہ قصوں اور روایتوں کے ساتھ میری صداقت کو پرکھو بلکہ اسلام وہ مذہب ہے جو اپنے ساتھ زندہ معجزات رکھتا ہے اور کوئی زمانہ نہیں گزرتا کہ اللہ تعالیٰ اسلام کی صداقت کے لئے کوئی زبردست شہادت ظاہر نہیں کرتا اور یہی وہ نشان ہے جس کے دکھانے سے غیر مذاہب کے لوگ قاصر ہیں اور جب اس طرف ان کو بلایا جاتا ہے تو ان کی آنکھیں نیچی ہو جاتی ہیں اور ان کی زبانیں بند ہو جاتی ہیں گویا کہ وہ کلام سے بالکل عاری ہیں اور ان کی زبانیں گونگی ہیں اور ہر زمانہ میں صداقت کے ثبوتوں کا ساتھ ہونا ہی سب سے بڑی دلیل ہے کیونکہ جب ہر ایک شخص کسی مذہب کی صداقت کے نشان اپنی آنکھوں سے دیکھ لے تو اسے اس مذہب کی سچائی کے اقرار سے کوئی انکار نہیں ہو سکتا۔

دنیا کے کل مذاہب اس وقت اپنی اپنی صداقت کا دعویٰ پیش کر رہے ہیں اور ہر ایک یہ کہہ رہا ہے کہ پدرم سلطان بود۔ ہمارا مذہب سچا ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ ہمارے آباء واجداد کے ساتھ خدا نے کلام کیا تھا لیکن اسلام یہ دعویٰ نہیں کرتا بلکہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ جو لوگ مجھ پر پورے طور سے عامل ہوتے ہیں ان کو میں اپنی صداقت کے زندہ ثبوت دیتا ہوں اور اسلام کے پیرو کو کتابوں میں قصے پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ وہ خود اپنے مشاہدہ سے اسلام کی صداقت کو معلوم کر سکتا ہے کیونکہ اسلام نے الہام کا دروازہ بند نہیں کیا بلکہ اسے ہمیشہ کے لئے جاری رکھا ہے اور یہی نہیں کہ اسے جاری رکھا ہے بلکہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد کا آنا لازمی قرار دیا ہے اور خدا تعالیٰ کا آنحضرت ﷺ سے وعدہ ہے کہ ہمیشہ ایسا ہوتا رہے گا۔

یہ نشان ایک ایسا نشان ہے کہ کسی مذہب کی طاقت نہیں کہ اس کا مقابلہ کر سکے کیونکہ کوئی مذہب اسلام کے سوا الہام کے دروازہ کو کھلا نہیں رکھتا بلکہ ہر ایک مذہب اس دروازہ کو اب بند قرار دیتا ہے اور یہی کہتا ہے کہ پہلے ایسا ہوتا تھا اب نہیں ہوتا حالانکہ اگر پہلے الہام ہوتا تھا تو اب بھی ہونا چاہئے کیونکہ خدائے تعالیٰ کی صفات کسی وقت میں بھی معطل نہیں ہو سکتیں اور اگر خدائے تعالیٰ اپنے پاک بندوں سے پہلے کلام کرتا تھا تو اب بھی ضرور ہے کہ وہ کلام کرے اور اگر اب نہیں کرتا تو پہلے بھی نہیں کرتا تھا ورنہ یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ممکن ہے کہ خدائے تعالیٰ کی صفت شنوائی بھی کبھی زائل ہو جائے اور صفت بینائی بھی جاتی رہے کیونکہ اگر ایک صفت معطل ہو سکتی ہے تو دوسری صفات بھی معطل ہو سکتی ہیں۔

غرض کہ الہام الٰہی کے دروازہ کا کھلا رہنا ایک ایسا معیار ہے کہ جس کے سامنے کوئی غیر مذہب کا پیرو نہیں ٹھہر سکتا بلکہ اسلام اس میدان میں اکیلا ہی شہسوار ہے۔ کسی مذہب کو جھوٹا دعویٰ کرنے کی بھی طاقت نہیں کیونکہ ہر ایک جانتا ہے کہ مقابلہ میں پول کھل جائے گا۔

آج تک ہزاروں آدمی اسلام میں اس شرف سے مشرف ہو چکے ہیں اور کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا جس میں الہام الٰہی کے مدعی مسلمانوں میں موجود نہ ہوں بلکہ ہر ایک گاؤں جس میں مسلمانوں کی آبادی ہے اس کے قبرستان میں کوئی نہ کوئی قبر کسی ایسے بزرگ یا ولی کی نظر آئے گی جو الہام الٰہی کا مدعی تھا اور جسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور شہادت امور غیبیہ سے اطلاع دی جاتی تھی جس طرح اسلام کی ظاہری شریعت کے چار امام ہیں اسی طرح روحانی علوم کے بھی چار امام تو مشہور ہیں۔ یعنی سید عبدالقادر جیلانی ؒ حضرت شہاب الدین صاحب سہروردی ؒ حضرت بہاؤ الدین صاحب نقشبندی ؒ حضرت معین الدین صاحب چشتی رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد ہر ایک سلسلہ میں سینکڑوں خلفاء گزرے ہیں اور ان چار بزرگوں کے علاوہ اور بہت سے ایسے بزرگ گزرے ہیں جنہیں قرب الٰہی حاصل تھا اور کلام الٰہی سے مشرف تھے اور اگر ان لوگوں کو شمار کیا جائے تو ہزاروں سے گزر کر لاکھوں تک ان کی تعداد پہنچ جائے اور یہ لوگ ایسے تھے کہ ان کی زندگیاں ان کے زمانہ کے لوگوں کے لئے اسلام کی صداقت کا ایک زندہ ثبوت تھیں پس نہ صرف آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے ہر زمانہ میں ایسے لوگوں کا ہونا ثابت ہے بلکہ واقعات بھی اس امر کے شاہد ہیں کہ اسلام کبھی ایسے پاک نفسوں سے خالی نہیں رہا جنہوں نے روحانی ترقیات کے اعلیٰ مدارج پر ترقی حاصل کر کے اسلام کے زندہ مذہب ہونے کا ثبوت دیا ہے۔

اس بات سے تو کسی انسان کو بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ جو درخت پھل نہیں دیتا اس میں اور دوسرے بے ثمر درختوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا کیونکہ جب پھل آنا بند ہو گیا تو اس کی لکڑی صرف جلانے کے کام آسکتی ہے پس جو مذہب ایسا ہے کہ اسے تازہ پھل نہیں لگتے بلکہ یہی کہا جاتا ہے کہ کسی زمانہ میں اسے پھل لگتا تھا وہ اب ثمردار درختوں میں رکھے جانے کے قابل نہیں بلکہ اس قابل ہے کہ آگ کی نذر کیا جائے اور کسی مذہب کا پھل یہی ہے کہ وہ ایسے کامل انسان پیدا کرے کہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کامل تعلق رکھنے والے ہوں اور ان کی نفسانی خواہشات مر گئی ہوں اور اپنے ساتھ ایسے بیّن نشان رکھتے ہوں کہ ان کا وجود دوسروں کے لئے اس مذہب کی صداقت کا نشان ہو پس اگر دوسرے مذاہب اس قسم کے آدمی پیدا کرنے سے قاصر ہیں جو اس بات

کے مدعی ہوں کہ ہم اس مذہب پر چل کر خدائے تعالیٰ تک پہنچ گئے ہیں اور اس کے مکالمہ کی نعمت عظمیٰ سے مستفید ہوئے ہیں اور ہمارا ایمان صرف سنی سنائی باتوں کی بناء پر نہیں بلکہ مشاہدات کی بناء پر ہے تو وہ بے ثمر درخت ہیں اور ان کا کوئی حق نہیں کہ اپنی صداقت کے مدعی ہوں اگر یہ بات مان بھی لی جائے کہ کبھی ان میں ثمر لگتا بھی تھا تو اب وہ قابل تعریف نہیں ہو سکتے کیونکہ کسی باغ کا مالک اس بات پر فخر نہیں کر سکتا کہ اس کے باغ میں پہلے اچھے پھل لگا کرتے تھے گو اب نہیں لگتے۔ جس وقت اسے پھل لگتے تھے اس وقت وہ قابل تعریف تھا اب وہ صرف ایندھن ہے اور باغ کہلانے کا مستحق نہیں اور چونکہ صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس پر چل کر ہر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہتے ہیں اس لئے اسلام ہی سچا مذہب ہو سکتا ہے ورنہ اور کوئی مذہب بھی اپنا یہ کمال دکھائے کہ اس پر عمل کرکے ہر زمانہ میں باکمال انسان پیدا ہوں پس یہ اسلام کی ایک خصوصیت ہے اور خدائے تعالیٰ کا آنحضرت ﷺ سے وعدہ ہے کہ کم سے کم ہر صدی کے سر پر تو ایک انسان ضرور بھیجا جایا کرے گا جو تجدید دین کرے گا اب اگر ہم کسی زمانہ میں یہ خیال کر لیں کہ اسلام سے بھی یہ خوبی جاتی رہی ہے اور اب آئندہ اس میں کامل انسان پیدا ہونے بند ہو گئے ہیں تو یہ ایک ظلم ہو گا جس کی کوئی انتہاء نہیں کیونکہ اس کے معنے دوسرے الفاظ میں یہ ہونگے کہ اللہ تعالیٰ نعوذ باللہ وعدہ خلاف ہے کہ اس نے ایک وعدہ خاتم النبیینؐ سے کیا تھا مگر کچھ مدت کے بعد اسے پورا کرنا چھوڑ دیا۔ یا اس سے یہ نتیجہ نکلے گا کہ نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ نے غلط بیانی کی یا یہ کہ اسلام بھی اب مردہ مذاہب میں شامل ہو گیا ہے اور اب اس میں وہ قوت قدسیہ نہیں رہی جس کی وجہ سے اسے دوسرے مذاہب پر فضیلت تھی مگر یہ سب خیالات باطل ہیں نہ تو اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی کر سکتا ہے نہ آنحضرت ﷺ غلط بیانی کر سکتے ہیں نہ اسلام کبھی مردہ مذاہب میں شامل ہو سکتا ہے کیونکہ یہ بنی نوع انسان کے لئے آخری مذہب ہے اور اس کے بعد اور کوئی مذہب نہیں پس اگر یہ بھی مر جائے تو دنیا کی ہدایت کا کوئی سامان نہیں رہتا کیونکہ اسلام کے بعد کوئی اور نیا مذہب نہیں آسکتا اس وجہ سے کہ شریعت کامل ہو چکی ہے اور کامل شریعت کے بعد اور کسی شریعت کی ضرورت نہیں پس یہ سب خیالات باطل ہیں اسلام زندہ مذہب ہے اور قیامت تک اپنی معجزانہ قدرتوں کو ظاہر کرتا رہے گا۔ اسی ایک مذہب سے روحانی زندگی مل سکتی ہے اور اس کے سوا کوئی اور دروازہ نہیں جس میں سے ہو کر انسان خدائے تعالیٰ تک پہنچ سکے۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ اسلام ایک زندہ مذہب ہے اور اسلام میں ہر صدی کے سر پر ایک مجدد

کا آنا ضروری ہے اور قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے اور یہ زمانہ بھی ایک ایسے انسان کا محتاج ہے جو اس کے مفاسد کو دور کرے اور اسلام کو پھر قائم کرے اور اس کے دشمنوں کا مقابلہ کرے اور اندرونی اور بیرونی خرابیوں کی اصلاح کرے۔ تو اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ مجدد کہاں ہے؟ جو اس صدی کے سر پر خدائے تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہؤا ہے اس سوال کے جواب میں مَیں جناب کو بشارت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نے ہمیں بھی اس سے محروم نہیں رکھا اور اپنے فضل سے اس صدی کے سر پر بھی ایک عظیم الشان انسان مبعوث کیا ہے جو اپنی شان میں پہلے تمام مجددین سے اعلیٰ اور ارفع ہے اور ان کا نام مرزا غلام احمدؑ صاحب قادیانی ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود اور مہدی مسعود کا درجہ عطا فرما کر دنیا میں بھیجا اور وہ اپنا کام کر کے اپنے وقت پر اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اور انہیں کے دعویٰ کے متعلق مجھے اشارہ ہؤا ہے کہ میں جناب کو واقفیت بہم پہنچاؤں۔

جیسا کہ میں پہلے ثابت کر آیا ہوں اس وقت اسلام کی حالت ایسی کمزور ہے کہ اس سے پہلے کبھی ایسی نہیں ہوئی اور اس قدر بیرونی اور اندرونی دشمن پیدا ہو گئے ہیں کہ ان کے حملوں کا دفعیہ بجز تائید الٰہی نہیں ہو سکتا اور اگر ان مفاسد کے دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی سامان نہ کیا جاتا تو اسلام کا انجام سوائے تباہی کے اور کچھ نہ ہوتا کیونکہ اب انسانی تدابیر سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ وجہ یہ کہ طبیب اور مریض سب بیمار ہیں اور علماء و صوفیاء و امراء و عوام سب کے سب غافل اور دین سے بے بہرہ ہو رہے ہیں اور بدیوں کا سیلاب ایسے زور سے اُمڈا چلا آ رہا ہے کہ اس کے روکنے کی کسی انسان کو طاقت نہیں۔ بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ جس قدر دین سے بے پرواہی اس وقت ہے اس کی نظیر دنیا میں اس سے پہلے کبھی نہیں ملتی اور اس کا بڑا سبب یہی ہے کہ دنیاوی ترقیات جو اس زمانہ میں ہوئی ہیں پہلے کبھی نہیں ہوئیں اور جس قدر ترغیب و تحریص زیادہ ہوتی ہے اسی قدر انسان گناہ میں زیادہ مبتلاء ہوتا ہے۔ پس دنیاوی عیش و آرام کے سامان اور دنیاوی علوم کی ترقی ایسے انتہائی نقطہ کو پہنچ گئی ہے کہ اس سے پہلے کبھی اسے یہ درجہ حاصل نہیں ہؤا۔ اسی لئے اس زمانہ میں گناہوں کی جو کثرت ہے اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی اور اس زمانہ میں شیطان کا حملہ پہلے زمانوں کے حملوں سے بہت زیادہ سخت ہے کیونکہ پہلے زمانوں میں گناہوں کی کثرت عام طور سے جہالت کے طریقوں سے ہوتی تھی اور اب بدیوں اور بدکاریوں کے خیالات کو علوم کا رنگ دیکر زیادہ مضبوط طور پر لوگوں کے دلوں میں گاڑ دیا گیا ہے اور علوم کی ترقی نے انسان کو اس

وہم میں مبتلاء کر دیا ہے کہ میں جو کچھ چاہوں کر سکتا ہوں اب تک میرا وہم ہی تھا کہ کوئی زبردست ہستی دنیا کی نگران ہے ورنہ یہ سب کارخانہ چند قوانین نیچر کے ماتحت چل رہا ہے اور میرے ہاتھ میں ان قوانین میں سے بہت سے قواعد کی کنجیاں تو آگئی ہیں اور باقی میں تھوڑی سی کوشش سے حاصل کر لونگا اور اپنے تمام کام خود کر لونگا پس یہ حربہ پہلے حربوں سے زیادہ تیز ہے اور اس زمانہ کے فتنہ کے دور کرنے کے لئے ایک نہایت ہی مقرب بارگاہ الٰہی کی ضرورت ہے جو اپنی قوت قدسیہ سے اس فتنہ کو دور کرے اور اللہ تعالیٰ کی طاقتوں اور قدرتوں کے زندہ ثبوت دے تاکہ جو لوگ دنیا کے عشق میں مبتلاء ہیں ان کے دل اس محبت سے سرد ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو سکیں۔

موجودہ فتنہ کی عظمت بظاہر تو نہایت مایوس کن ہے لیکن جب ہم قرآن کریم اور احادیث میں اس فتنہ کی خبر تیرہ سو سال پہلے سے لکھی ہوئی دیکھتے ہیں تو دل مضبوط ہو جاتے ہیں اور یقین آجاتا ہے کہ جس انسان نے تیرہ سو سال پہلے اس فتنہ کی خبر دی تھی اور وہ حرف بحرف پوری ہوئی۔ ضرور ہے کہ اس نے جو علاج بتایا ہے وہ بھی ضرور تیر بہدف ہو گا اور جس خدا نے آج تک اسلام کو اس کے دشمنوں کے حملے سے بچایا ہے اب بھی بچائے گا وہ علاج کیا ہے؟ وہ ایک ایسے انسان کی بعثت ہے جو حضرت مسیح کے رنگ میں رنگین ہو کر اس دنیا کو مسیحی فتنہ سے بچائے گا اور مہدی کا درجہ پا کر مسلمانوں کی اندرونی اصلاح کرے گا اور ان کے امراض کو دور کرے گا اور اس کے مسیحی نفس سے لوگ شفاء پائیں گے کیونکہ وہ آنحضرت ﷺ کی اتباع کرتے کرتے آپ کا کامل مظہر ہو جائے گا حتّٰی کہ اس کا کام آنحضرتؐ ہی کا کام ہو گا اور اس میں اور آنحضرت ﷺ میں کوئی دوئی نہ ہو گی جیسا کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ یعنی آنحضرت ﷺ دو دفعہ دنیا کی ہدایت فرمائیں گے ایک دفعہ تو اپنے زمانہ میں جو صحابہ کرامؓ کا زمانہ تھا اور ایک دفعہ آخری زمانہ میں ایک ایسی جماعت کو ہدایت فرمائیں گے جو صحابہ سے فاصلہ پر ہو گی۔ اب یہ تو ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ فوت ہو چکے ہیں آپ تو دوبارہ دنیا میں تشریف نہیں لا سکتے اس کا یہی مطلب ہے کہ آپ کے رنگ میں رنگین ہو کر آپ کی کامل اتباع اور فرمانبرداری کر کے ایک شخص اس زمانہ میں اسلام کی درستی اور تجدید کرے گا اس لئے اس کی اصلاح اور اس کا کام آنحضرت ﷺ کی ہی اصلاح اور آپ کا ہی کام ہو گا کیونکہ وہ آپ کی محبت سے ایسا سرشار ہو گا کہ اس کا اپنا وجود بالکل آپ کے وجود میں فنا ہو جائیگا اور دونوں کا تعلق ایسا ہی ہو گا جیسا کہ کسی شاعر نے بیان کیا ہے

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

اور اسی تعلق کی طرف اشارہ ہے اس حدیث میں جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ مسیح موعود میری قبر میں دفن کیا جائے گا کیونکہ یہ تو ناممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ کی قبر کبھی کھودی جائے اور اس میں مسیح کو دفن کیا جائے یہ تو ایسی ہتک ہے کہ جسے کوئی مسلمان برداشت نہیں کر سکتا اور جب تک کسی سچے مسلمان کی جان میں جان ہے وہ اس امر کو کبھی پسند نہیں کرے گا کہ اس کی آنکھوں کے سامنے آنحضرت ﷺ کی قبر کو کھودا جائے۔ پس یہ امر تو خیال میں بھی نہیں آسکتا کہ آنحضرت ﷺ کی قبر کھود کر مسیح کو دفن کیا جائیگا بلکہ اس حدیث کا یہی مطلب ہے کہ مسیح موعود آپ کے رنگ میں ایسا رنگین ہو گا کہ اسے آپ کے ساتھ ہی رکھا جائے گا اور قبر اس مقام کا بھی نام ہے جہاں مرنے کے بعد ارواح انسانی رکھی جاتی ہیں جیسے کہ قرآن کریم میں آتا ہے ثُمَّ اَمَاتَہٗ فَاَقْبَرَہٗ (عبس:۲۲) اور اگر معروف قبر اس آیت میں مراد لی جائے تو کسی طرح درست نہیں ہو سکتا کیونکہ کروڑوں آدمی بجائے دفن ہونے کے جلائے جاتے ہیں پس اَقْبَرَہٗ سے یہی مراد ہے کہ اس مقام میں اسے رکھتا ہے جہاں مرنے کے بعد ارواح کو رکھا جاتا ہے اور یہی وہ قبر ہوتی ہے جو مؤمن و کافر کے لئے کشادہ ہو جاتی ہے یا تنگ ہو جاتی ہے۔ پس احادیث سے یہ امر ثابت ہے کہ مسیح موعود آنحضرت ﷺ کا کامل تبع ہو کر آپ کے رنگ میں ہی رنگین ہو جائیگا اور اس وقت کے فتن کے مٹانے کے لئے کسی ایسے ہی وجود کی ضرورت ہے جو آنحضرت ﷺ کا کامل بروز ہو ورنہ یہ فتنہ کسی معمولی انسان سے نہیں مٹ سکتا۔ جس عظمت کا کام ہو اسی عظمت کا آدمی اس کے پورا کرنے کے لئے مقرر کیا جاتا ہے پس اس زمانہ میں ایک عظیم الشان وجود کی ضرورت ہے جو اس فتنہ کو دور کرے کیونکہ اسلام کا اس وقت صرف نام رہ گیا ہے ورنہ ایمان مفقود ہے اور قرآن کریم کے لفظ محفوظ ہیں مگر معانی کے مستور ہو جانے کا سخت خطرہ درپیش ہے اور اس وقت اسلام کی وہی حالت ہو رہی ہے جو ابتدائے اسلام میں تھی کیونکہ گو اس وقت مسلمان موجود ہیں لیکن جس طرح آنحضرتؐ کے ابتدائے ایام میں اسلام صرف چند اشخاص تک محدود تھا اسی طرح اب حقیقت اسلام دنیا سے مفقود ہے اور صرف چند کس تک محدود ہے پس اس زمانہ کی اصلاح بالکل اس کام سے مشابہ ہے جو آنحضرت ﷺ نے کیا اور سورہ جمعہ سے بھی ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک دفعہ پھر دنیا کی ہدایت فرمائیں گے جس کے معنے یہ ہیں کہ

آپ کے رنگ میں رنگین ہو کر کوئی شخص اصلاحِ عالَم کریگا۔ ادھر جب احادیث پر نظر کرتے ہیں تو ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا کامل مظہر مسیح موعود ہو گا کیونکہ اسی کی نسبت آیا ہے کہ وہ آپ کی قبر میں داخل ہو گا پس ان سب باتوں کو ملا کر صاف ظاہر ہے کہ یہ زمانہ مسیح موعود کے لئے مخصوص ہے اور اس صدی کا مجدد مسیح موعود ہی ہونا چاہئے جس کی نسبت حدیث میں آتا ہے کہ لَا مَھْدِیَ اِلَّا عِیْسٰی (سنن ابن ماجہ باب شدۃ الزمان) یعنی جس وقت مسیح آئیں گے تو وہی مہدی ہونگے ان کے علاوہ کوئی اور مہدی نہ ہو گا۔

پس یہ زمانہ مسیح موعود کا زمانہ ہے اور تیرھویں صدی کو گزرے تیس سال ہو چکے ہیں اس وقت کسی مجدد کا ظاہر نہ ہونا بلکہ مسیح موعود کا نازل نہ ہونا اسلام کے لئے سخت تباہی کا موجب ہے اور اگر یہ بات فرض کرلی جائے کہ اس صدی کے سر پر کوئی مجدد نہیں آیا تو دشمنانِ اسلام کے لئے اسلام پر ہنسی کرنے کا ایک نادر موقعہ بہم پہنچتا ہے کیونکہ اس وقت علوم جدیدہ کی کثرت کی وجہ سے لوگوں کے خیالات دہریت کی طرف مائل ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں علوم کی اشاعت کی وجہ سے الہام وغیرہ کا دعویٰ کامیاب نہیں ہو سکتا اور ان دعاوی کے ساتھ آجکل کوئی شخص دنیا میں غالب نہیں آسکتا پس اس صدی کا ایسے شخص سے خالی جانا گویا دشمن دین کے لئے ایک بڑی خوشی کا مقام ہو گا کیونکہ ان کے دعوے کا ثبوت بھی مل جائے گا کہ دیکھو ہم نہ کہتے تھے کہ الہام اور تعلق باللہ سب ڈھکوسلا ہے اور آج سے پہلے جو لوگ قربِ الٰہی کے دعوے کرکے اپنے پیرو پیدا کرلیتے رہے ہیں تو یہ جہالت کی وجہ سے تھا ورنہ اسلام کا یہ دعویٰ اس صدی کے متعلق کیوں پورا نہ ہُوا کہ ہر صدی کے سر پر مجدّد کا آنا ضروری ہے اگر ایسا ہوتا چلا آیا ہے تو اس صدی کے سر پر کیوں کوئی مجدد نہیں آیا معلوم ہُوا کہ چونکہ اس وقت علوم کی اشاعت کی وجہ سے کوئی شخص اس دعوے میں کامیاب نہیں ہو سکتا اس لئے کسی کو جرأت نہیں ہوئی غرض کہ اگر یہ صدی مجدد سے خالی جائے تو نہ صرف اللہ تعالیٰ پر وعدہ خلافی کا الزام آتا ہے بلکہ مسلمانوں کی رہی سہی طاقت بھی زائل ہوتی ہے کیونکہ دشمنوں کے ہاتھ میں ایک ایسا حربہ آجاتا ہے کہ جس سے محفوظ رہنے کا کوئی طریق نظر نہیں آتا اس زمانہ کا حال تو ایسا ہے کہ آج تک اگر کوئی مجدّد نہ بھی ہُوا ہوتا اور کوئی وعدہ بھی نہ ہوتا تب بھی اس زمانہ میں ضرور کوئی مصلح آنا چاہئے تھا تاکہ مخالفین اسلام کو دلائل نیرّہ سے لاجواب کرے چہ جائیکہ مجددین کا سلسلہ چلتے چلتے اس زمانہ میں آکر رک جائے۔

مگر جیسا کہ میں پہلے بتا آیا ہوں اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کو بھی مجدد سے خالی نہیں جانے دیا اور

جیسا کہ آنحضرت ﷺ سے وعدہ تھا اور زمانہ کا مطالبہ تھا اس شخص کو بھیج دیا جو اس زمانہ کے فتنہ کو دور کرنے کے قابل تھا اور اس کے وجود سے اسلام کی کھوئی ہوئی عظمت کو پھر قائم کر دیا اور دشمنان اسلام کو سخت رسوا و ذلیل کیا۔ اور یہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ یہ زمانہ مسیح موعود کا زمانہ ہے چنانچہ علاوہ ضروریات زمانہ کے جس قدر علامات مسیح موعود کے نزول کے لئے بیان کی گئی ہیں وہ سب پوری ہو چکی ہیں اور اس بات پر شاہد ہیں کہ یہ زمانہ مسیح موعود اور مہدی مسعود کا زمانہ ہے مثلاً آنحضرت ﷺ نے مہدی معہود کے لئے ایک زبردست علامت یہ بیان فرمائی تھی کہ اس کے زمانہ میں چاند کی پہلی اور سورج کی درمیانی شب کو رمضان کے مہینہ میں خسوف کسوف ہو گا اور آپ نے اس علامت کی نسبت یہاں تک فرمایا کہ ایسا واقعہ پیدائش عالم سے اب تک نہیں ہوا حدیث کے اصل الفاظ یہ ہیں اِنَّ لِمَھْدِیِّنَا اٰیَتَیْنِ لَمْ تَکُوْنَا مُنْذُ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَنْخَسِفُ الْقَمَرُ لِاَوَّلِ لَیْلَۃٍ مِّنْ رَمَضَانَ وَتَنْکَسِفُ الشَّمْسُ فِی النِّصْفِ مِنْہُ (سنن دار قطنی باب صفۃ صلوٰۃ الخسوف والکسوف وھیئتھما) پس یہ ایک زبردست علامت ہے جس پر شیعہ اور سنی دونوں اقوام کا اتفاق ہے اور اسے پورے ہوئے آج قریباً بیس سال ہو گئے ہیں بعض لوگ اس پیشگوئی پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس میں تو رمضان کی تیرھویں کو چاند گرہن اور اٹھائیسویں کو سورج گہن ہوا تھا مگر حدیث میں پہلی اور نصف کا ذکر ہے اس کے متعلق بھی میں جناب کو اس بات کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ یہ اعتراض ان لوگوں کے قلتِ تدبر کا نتیجہ ہے کیونکہ اس حدیث میں خسوف قمر کا ذکر ہے اور قمر عربی زبان میں اس چاند کو کہتے ہیں جو تیسری رات سے اوپر کا ہو۔ پہلی تاریخ کے چاند کو عربی میں ہلال کہتے ہیں نہ کہ قمر۔ اور قمر کی یہ خصوصیت لسان العرب وغیرہ لغت کی بڑی کتابوں کے علاوہ چھوٹی چھوٹی کتب لغت میں بھی موجود ہے چنانچہ منجد میں بھی قمر کے یہ معنے لکھے ہیں اَلْقَمَرُ کَوْکَبٌ یَسْتَمِدُّ نُوْرَہٗ مِنَ الشَّمْسِ فَیَنْعَکِسُ عَلَی الْاَرْضِ فَیَرْفَعُ ظُلْمَۃَ اللَّیْلِ وَھُوَ قَمَرٌ بَعْدَ ثَلَاثِ لَیَالٍ اِلٰی اٰخِرِ الشَّھْرِ وَاَمَّا قَبْلَ ذٰلِکَ فَھُوَ ھِلَالٌ مگر افسوس ہے کہ اس وقت مسلمانوں سے عربی زبان کا علم بالکل اٹھ گیا ہے اور جہالت ان پر غالب ہو گئی ہے غرض کہ اس حدیث کے یہ معنے کرنے کہ چاند کو پہلی رات اور سورج کو پندرھویں تاریخ گہن لگے گا عربی زبان اور سنت اللہ کے خلاف ہیں کیونکہ سنت اللہ بھی یہی ہے کہ چاند کو ہمیشہ تیرھویں چودھویں پندرھویں کو اور سورج کو ستائیسویں اٹھائیسویں اور انتیسویں کو گہن لگا کرتا ہے۔ اور پہلی رات سے مراد تیرھویں (۱۳) رات ہے۔ جو

ان راتوں میں سے پہلی ہے جن میں چاند کو گہن لگتا ہے اور درمیانے دن سے مراد اٹھائیسویں تاریخ ہے جو ان تاریخوں میں سے درمیانی تاریخ ہے جن میں سورج کو گہن لگتا ہے۔ اور ان تاریخوں میں چاند اور سورج کو گہن لگ چکا ہے جس سے ثابت ہے کہ یہی وہ زمانہ ہے جس میں اس مہدی کا ظہور ہوگا جس نے مسیح بھی کہلانا ہے۔

اسی طرح اس زمانہ کی ایک یہ علامت آنحضرت ﷺ نے بیان فرمائی ہے کہ **لَیُتْرَکَنَّ الْقِلَاصُ فَلَا یُسْعٰی عَلَیْھَا** (مسلم کتاب الایمان باب بیان نزول عیسیٰ ابن مریم) یعنی اونٹ چھوڑ دیئے جائیں گے اور کوئی ان پر سوار نہ ہوگا اور قرآن شریف میں بھی ہے کہ **وَ اِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ** (التکویر:۵) یعنی دس ماہ کی گابھن اونٹنی کی بھی قدر نہ رہے گی اور وہ کھلی چھوڑ دی جائے گی چنانچہ اس زمانہ میں ریل کی سواری کی وجہ سے ان جانوروں کی وہ ضرورت نہیں رہی جو پہلے تھی اور اب تو مدینہ منورہ تک ریل پہنچ چکی ہے اور مکہ مکرمہ تک لے جانے کی تجویز ہو رہی ہے پس اس علامت نے بھی اپنے وقت پر پورا ہو کر مسیح موعود کے زمانہ کی گواہی دیدی ہے اسی طرح اخبارات اور کتب کی اشاعت اور راد یگیشن کی ترقی کی خبردی گئی تھی جیسے کہ فرمایا **وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ** (التکویر:۱۱) اور **وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ** (التکویر:۷) اور آجکل مطابع کی ایجاد سے صحف واخبار کی جو کثرت ہے اور ریلوں کی وجہ سے ان کی جس قدر اشاعت ہے وہ محتاج تصدیق نہیں پھر دریاؤں کے پانی کاٹ کاٹ کر جس طرح نہریں نکالی گئی ہیں اور جس طرح دریاؤں کے پانیوں کو سکھا دیا گیا ہے وہ بھی ایک بیّن امر ہے جس کے لئے کسی مزید شہادت کی ضرورت نہیں اسی طرح اور بہت سی علامات ہیں جو مسیح موعود کے زمانہ اور قرب قیامت کے لئے نشان قرار دی گئی ہیں اور وہ پوری ہو چکی ہیں پس قرآن کریم اور احادیث کی شہادت سے صاف ثابت ہے کہ یہ زمانہ مسیح موعود کا زمانہ ہی ہے بلکہ بتیس (۳۲) سال سے وہ زمانہ شروع ہے کیونکہ حدیث سے ثابت ہے کہ ہر صدی کے سر پر مجدد آنا چاہئے اور اب تو تیرھویں صدی ختم ہو کر چودھویں صدی سے بھی تیسرا حصہ گزر چکا ہے۔

پس جبکہ یہ زمانہ مسیح موعود کا ہے اور اس کی بعثت کا زمانہ ہے بھی صدی کا سر۔ تو حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ قبول نہ کرنے کے لئے ہمارے پاس کوئی عذر نہیں رہتا کیونکہ آپ کے سوا اس وقت دنیا کے پردہ پر کسی انسان نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ ہی کوئی مجددیت کا مدعی ہے اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو مرزا صاحب کا دعویٰ سچا تسلیم کیا جائے یا اسلام کی

اس عظیم الشان پیشگوئی کو باوجود علامات کے پورا ہونے کے غلط قرار دیکر اسلام کا انکار کیا جائے (نعوذ باللہ من ذلک) اور دشمنان اسلام کا حق ہے کہ وہ ہم سے مطالبہ کریں کہ اس صدی کا مجدد کونسا ہے اسے ہمارے سامنے پیش کرو کیونکہ تمہارے ساتھ وعدہ ہے کہ ہر صدی کے سر پر مجدد آئیں گے اسی طرح وہ مسیح موعود کی بعثت کا بھی سوال کرسکتے ہیں کہ جو زمانہ بتایا گیا تھا اسے تو بتیس (۳۲) سال گزر چکے ہیں پھر وہ اب تک کیوں نہیں آیا۔ جب کوئی شخص ایسا مدعی نہیں کھڑا ہؤا تو اسلام کی صداقت میں شبہ لازم آتا ہے۔ اسی طرح دشمنوں کا اعتراض ہو سکتا ہے کہ تم تو اسلام کو خدا تعالیٰ کا برگزیدہ اور پسندیدہ مذہب کہتے ہو۔ اگر تمہارا دعویٰ سچا ہوتا تو اب جبکہ اسلام پر ایسا خطرناک وقت آیا ہے کہ اس سے پہلے کبھی نہیں آیا اور نہ اس سے بدتر اور کوئی حالت ہے کہ وہ اسلام پر آسکتی ہے اندرونی اور بیرونی دشمنوں نے اس کی حقیقت کو ایسا مسخ کردیا ہے کہ اصل اسلام کا کوئی پتہ ہی نہیں ملتا تو ضرور تھا کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کوئی شخص ایسا کھڑا کرتا جو اسلام کو پھر اپنی اصلی شان و شوکت پر لاتا اور اس کی جڑھوں کو مضبوط کرتا لیکن جبکہ خدا تعالیٰ نے اسلام کی کوئی خبر نہیں لی اور اسے چھوڑ دیا ہے کہ وہ ذلیل ہو اور ہر طرح اسے کچلا جائے تو معلوم ہؤا کہ وہ خدا تعالیٰ کا مذہب نہیں اس اعتراض کا جواب وہ لوگ کچھ بھی نہیں دے سکتے جو اس صدی کے سر پر کسی مجدد کے قائل نہیں یا جو مسیح موعود کے ظہور کی علامات کو دیکھتے ہوئے پھر کسی مسیح کے ماننے کے لئے تیار نہیں مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدی جماعت اس اعتراض کو فوراً رد کرسکتی ہے اور کہہ سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ صدی بھی مجدد سے خالی نہیں گئی اور اس زمانہ میں معمولی مجدد نہیں بلکہ مسیح موعود کو بھیج کر اللہ تعالیٰ نے اسلام کو مضبوط کردیا ہے اور اس کے ذریعہ سے اسلام کی عظمت کو قائم کیا ہے اور اسلام کو مصائب میں نہیں چھوڑا بلکہ ایسی دستگیری فرمائی ہے کہ دشمنوں کے گھروں میں ماتم پڑ گیا ہے۔

میں جناب کے سامنے اس وقت تک اس بات کا ثبوت پیش کرچکا ہوں کہ اسلام کی حالت ایک مصلح کی طالب ہے اور اب مسلمانوں کی درستی اسی صورت میں ہے کہ کوئی شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی کھڑا کیا جائے جو اپنی قوت قدسیہ سے اصلاح کرے اور یہ کہ آنحضرت ﷺ سے بھی یہ وعدہ ہے کہ آخری زمانہ میں مسیح موعود مبعوث ہوں گے اور وہ زمانہ یہی ہے اور یہ کہ مجدد کی بعثت کا وقت صدی کا سر ہوتا ہے اور وہ گزر چکا ہے اور اس وقت مرزا صاحبؑ قادیانی کے سوا اور کوئی شخص مدعی مسیحیت اور مہدویت نہیں ہے پس اگر آپ کا دعویٰ نہ قبول کیا جائے تو خود

اسلام کی سچائی سے انکار کرنا پڑتا ہے کیونکہ عین ضرورت کے وقت اس وعدہ کا ایفاء نہیں ہوا جو تیرہ سو سال پہلے کیا گیا تھا اور جسے اسلام کے قیام کا ایک بہت بڑا نشان قرار دیا گیا تھا۔

اس کے بعد میں دو اور شبہات کا ازالہ کر دینا ضروری سمجھتا ہوں جن میں سے ایک تو یہ ہے کہ مرزا صاحب مسیح موعود کیونکر ہو سکتے ہیں جبکہ مسیح کی نسبت عام طور پر مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ زندہ آسمان پر بیٹھے ہیں اور دوبارہ تشریف لائیں گے اور انہیں کے ذمہ اصلاح مفاسد ہے دوسرے یہ کہ مسیح موعود کی آمد کی بڑی علامت خروج دجال ہے جب تک دجال نہ نکلے مسیح موعود کا ظہور کیونکر ہو سکتا ہے۔

پہلے سوال کے جواب میں یہ عرض ہے کہ قرآن شریف یا احادیث صحیحہ میں کہیں بھی اس بات کا ذکر نہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام جو بنی اسرائیل کے ایک برگزیدہ نبی تھے اب تک زندہ ہیں اور وہی دوبارہ آئیں گے اصل بات یہ ہے کہ یہ عقیدہ ان مسیحی نومسلموں کی وجہ سے مسلمانوں میں پھیل گیا جو ابتدائے اسلام میں بڑی کثرت کے ساتھ مسلمانوں میں داخل ہوئے تھے چونکہ وہ مسیح علیہ السلام کو خدا کا فرزند مانتے تھے اور وہ عزت ان کے دلوں میں سے فوراً نہیں نکل سکتی تھی اس لئے وہ کچھ ایسے قصے اپنے ساتھ لے آئے جن سے مسیح کی عظمت ظاہر ہو اور مسلمانوں نے سادہ لوحی سے بجائے ان کی اصلاح کے ان کے خیالات کو اخذ کر لیا اور ایک خطرناک غلطی میں مبتلاء ہو گئے ورنہ قرآن کریم تو جہاں ذکر کرتا ہے مسیح علیہ السلام کی وفات کا ہی ذکر کرتا ہے بلکہ اور انبیاء کی وفات پر اللہ تعالیٰ نے اس قدر زور نہیں دیا جس قدر مسیح علیہ السلام کی وفات پر زور دیا ہے اور مختلف پیرایوں میں آپ کی وفات کا ذکر کیا ہے اور اس کی یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے وہ جانتا تھا کہ کسی وقت یہ عقیدہ مسلمانوں کو خراب کرے گا چنانچہ فرمایا ہے یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْۤا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ (اٰل عمران:۵۶) اس آیت کے ہوتے ہوئے مسلمانوں کا یہ کہنا کہ مسیح علیہ السلام آسمان پر تو جا بیٹھے ہیں لیکن ابھی تک مُتَوَفِّیْکَ کا وعدہ پورا نہیں ہوا جو رَافِعُکَ سے پہلے مذکور ہے ایک ظلم عظیم ہے جس لفظ کو اللہ تعالیٰ پہلے رکھتا ہے کسی کا کیا حق ہے کہ اسے پیچھے کرے؟ قرآن کریم ایک قانون کی کتاب ہے اور اس کے احکام پر چلنا مسلمانوں کا فرض ہے اگر اس کے الفاظ کو آگے پیچھے کر کے معنے کرنے شروع کر دیئے جائیں تو جناب اس بات کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ کیسا اندھیر پڑ سکتا ہے کوئی دنیا کی حکومت اس بات کو روا نہیں رکھ سکتی کہ اس کے